حیلۂ اسقاط
اور
دُعا بعد نمازِ جنازہ کا حُکم

مُرتّب

حضرت مولانا مُفتی احمد مُمتاز صاحب مدظلہم

خلیفۂ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم

تلمیذ رشید

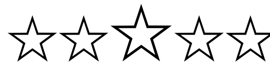
حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ علیہ

ناشر

تعمیرِ معاشرہ جامعہ خُلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

المحتویات





تمہید

الحمد لله الذی رغب الناس بالترحم علی الیتامیٰ ورھبھم من ان یاکل اموالھم وانزل فی کتابہ الکریم فی حقھم ﴿او اطعٰم فی یوم ذی مسغبة یتیما ذامقربة﴾ ﴿ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناویتیماواسیرا﴾ ﴿ان الذین یأکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یأکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا﴾ والصلوٰة والسلام علی سیدالانبیاء والرسل الذی بین لنامناھیج الھدایة والسبل وسد طرقالاخراج بدعات الخناس وانذرالمبتدع علیہ عذاب رب الناس.

امابعد! میّت کی فوت شدہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دوسرے واجبات وفرائض کی ادائیگی یا کفارہ کی ادائیگی کس طرح کی جاسکتی ہے جس سے وہ گناہ سے سبکدوش ہوجائے، اس کا بیان کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس کی مقدار ضروری عوام کے نفع کے لیے اس رسالہ میں درج کی جائے گی۔

لیکن آج کل بہت سے شہروں اور دیہاتوں میں ناخواندہ لوگوں نے ایک رسم نکالی ہے جس کو ''دور'' یا ''حیلۂ اسقاط'' کہتے ہیں اور جاہلوں کو بتلایا جاتا ہے کہ اس رسم کے ذریعہ تمام عمر کی نمازوں، روزوں اور زکوۃ وحج اور تمام فرائض وواجبات سے خلاصی ہوجاتی ہے. اور اس رسم ورواج کو ایسی سخت پابندی کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ جس جنازہ اور میت پر یہ دھندا نہ ہو اس کو جنازہ ہی نہیں سمجھتے۔

اگر کوئی اس کے خلاف زبان ہلائے تو اس کو مختلف ناموں سے موسوم کرنے کے ساتھ

ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان نئے مّلانوں نے آکر نئے طریقے ایجاد کیے ہیں ہم تو پرانے علماء کے طور طریقے کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اور اکثر علاقوں میں اس قبیح رسم کے کرنے والے اپنے آپ کو دیوبندی بتلاتے ہیں۔ فواعجباً

رسالہ پیش نظر میں مشاہیر علماء دیوبند ومفتیان کرام کے فتاویٰ کی روشنی میں مروجہ حیلۂ اسقاط کی قباحتیں اور مضرتیں مخلصین حضرات کی خدمت میں حاضر کرنے کا تہیہ کیا گیا ہے، شاید کسی خوش نصیب کو پڑھ کر ہدایت ہو جائے اور نام کے دیوبندی کی جگہ کام کا دیوبندی بن جائے اور اس کا یقین آجائے کہ مروجہ حیلۂ اسقاط کے مخالفین نئے علماء نہیں بلکہ اکابر علمائے دیوبند سب ہی منع کرتے چلے آئے ہیں۔

نیز جنازہ کے بعد دعا کی کراہت وعدم جواز کا ذکر بھی اس رسالہ کے آخر میں مختصراً کیا جائے گا اور اس کے بارے میں محققین علمائے دیوبند کے حوالہ جات اور تحریرات بھی پیش کی جائیں گی تاکہ عوام وخواص پر آشکارا ہو جائے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا بدعت پرست قوم کے ہاں مروج ہے، اہل حق اور اکابر دیوبند کے رضا کار اور ان کی علمی خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے چلنے والے، اس بدعت اور شنیع فعل سے کوسوں دور ہیں۔ رب کریم سے التجاء ہے کہ امت مسلمہ کو تمام بدعات ورسومات سے نجات عطا فرما کر رسول s کے اسوۂ حسنہ اور شریعۃ بیضاء کا پیروکار بنائیں۔ آمین ثم آمین۔

احمد ممتاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مروجہ حیلۂ اسقاط

مردہ کے ذمہ سے قضاء نماز وروزہ وغیرہ کے ساقط کرنے کا مروجہ حیلہ جس کا آج کل عام دستور اور رسم بن چکا ہے اور پیٹ پرست، نام نہاد مولویوں نے یہودیوں کے راہبوں، پیشواؤں اور علماءِ سوء کا ڈھنگ اختیار کر کے امت کے سادہ لوح مسلمانوں، بیواؤں اور یتیموں کے اموال کھانے کے لیے بطور حیلہ یہ ذریعہ ایجاد کیا ہے۔ یہ حیلہ بدعت ناجائز اور کئی عظیم گناہوں کا مجموعہ ہے تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو۔

﴿۱﴾ اس میں یتیموں کا مال ناحق طور پر کھایا جاتا ہے جو قرآن کریم کی رو سے انتہائی عظیم گناہ سمجھا گیا ہے قرآن کا ارشاد ہے:

﴿ان الذین یأکلون اموال الیتٰمی ظلما انما یأکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا﴾ [النساء : ۱۰]

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے (برتتے) ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں (دوزخ کی) آگ (کے انگارے) بھر رہے ہیں (یعنی انجام اس کھانے کا یہ ہونے والا ہے) اور (اس انجام کے مرتب ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہیں کیونکہ) عنقریب (ہی دوزخ کی) جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔ (وہاں یہ انجام نظر آوے گا)۔ (بیان القرآن)

اور حدیث میں آتا ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جا رہا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جا رہا ہو۔ (ابن ماجہ)

یتیم کا مال ظلماً کھانا اس کے ساتھ برا سلوک نہیں تو اور کیا ہے؟ اور آج کل کے حیلہ گر مولوی کبھی یہ نہیں پوچھتے کہ حیلہ کے لیے جو مال لایا گیا ہے اس میں یتیم کا حق تو نہیں بلکہ

بتانے پر بھی یہ بد بخت مولوی اس من گھڑت حیلہ سے باز نہیں آتے۔

ایک صاحب نے راقم سے خود بیان کیا کہ میرے والد صاحب مر گئے تو ایک مولوی صاحب سے مشورہ کیا کہ میرے تو یتیم بھائی بھی ہیں اور ایک بڑا بھائی گھر پر موجود بھی نہیں تو حیلۂ اسقاط کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس پیٹو مولوی صاحب کا جواب سنیے اور پھر اس کو کمال علمی اور خدا پرستی کی داد دیجیے۔ اس بے شرم نے کہا کوئی بات نہیں آپ حیلۂ اسقاط اسی مال سے کریں بڑے بھائی جب آ جائیں تو ان سے اجازت لے لیں گے اور چھوٹے بھائی جب بڑے اور بالغ ہو جائیں گے تو ان سے بھی اجازت لے لیں گے اگر انہوں نے اجازت نہ دی تو پھر آپ ان کا حق ادا کر دیں۔

آفریں ہے اس مولوی پر!، اس نے تحریر نامہ اور اسٹامپ ابھی سے لکھوا دیا کہ نہ آپ کے بھائی بالغ ہونے سے پہلے مریں گے اور نہ آپ کو موت کا پیغام آئے گا۔ اگر یہ نابالغ بھائی بالغ ہونے سے قبل مر گیا تو کیا ہوگا، لالچ انسان کو اندھا کر دیتی ہے یتیم کے مال پر زکوٰۃ نہیں، زکوٰۃ میں اس کا مال دینا جائز نہیں تو حیلۂ اسقاط میں برائے نام چکر دے کر لوگوں پر تقسیم کرنا کیسے جائز ہوگا؟

حقیقت یہ ہے کہ اس ظالم نے یتیم اور یتیم کے متولی پر بھی ظلم کیا کہ اس کے مال کو ناحق طور پر ضائع اور برباد کیا اور جن لوگوں کو یہ مال مل چکا ہے ان پر بھی ظلم کیا کہ ان کے پیٹوں میں قرآن کے فرمان کے مطابق جہنم کی آگ کے انگارے داخل کر دیے، اللہ تعالیٰ ایسے علماءِ سوء سے امت کو اپنی حفاظت میں رکھیں۔

﴿۲﴾ اس حیلہ سے ان کا جو مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہوتا تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ حیلہ گر مولوی ظاہراً یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد اس حیلہ سے یہ ہے کہ یہ رقم بڑھ کر مردہ کے قضا روزوں اور نمازوں وغیرہ کا کفارہ اور فدیہ ہے! حالانکہ حقیقت میں نہ یہ ان کا مقصود ہے

اور نہ یہ حاصل ہے۔ان کا مقصدِ اصلی جیب تراشی اور دیدہ دانستہ ڈاکہ زنی کا ارتکاب ہے، اگر ان کا مقصد حقیقت میں بھی وہی ہوتا ہے جس کا یہ لوگ اظہار کرتے ہیں تو پھر فدیہ وکفارہ کا جومشروع طریقہ ہے جسے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر تحریر کرنے والے ہیں،اس کے مطابق عمل درآمد کرتے اسے چھوڑ کر بناوٹی اور رسمی طریقہ کی نذر نہ کرتے جس میں سرے سے قبضہ ہی صحیح نہیں ہوتا، دوسرا مالک بنتا ہی نہیں صرف قَبِلتُ وَھبتُ کے الفاظ منہ سے نکال کر باہمی ہیرا پھیری سے نہ مال بڑھتا ہے اور نہ مردہ کو کوئی نفع پہنچتا ہے ۔ ہبہ میں دوسرا شخص اس وقت مالک بنتا ہے جبکہ ہبہ کرنے والا ہبہ میں دینے والی چیز کو اپنے سے علیحدہ کر کے دوسرے شخص کو پکڑادے اور دوسرا شخص پکڑ کر اپنے آپ کو مالک ومختار سمجھ کر لے لے۔اور یہاں کیا ہورہا ہے کہ وہ اشیاء جن پر حیلہ کیا جاتا ہے درمیان میں پڑی رہتی ہیں اور یہ بدعت پرست مولوی چیلوں کی طرح دائرہ بنا کر ارد گرد بیٹھ جاتے ہیں ۔اور ہر ایک ان اشیاء پر ہاتھ رکھ کر قَبِلتُ کہہ کر دوسرے کے رانوں پر ہاتھ رکھ کر وھبت کہہ دیتا ہے پھر دوسرا ان اشیاء پر ہاتھ رکھ کر قبلت کہہ کر تیسرے کی رانوں پر وھبت کہہ کر ہاتھ رکھتا ہے اس طرح تیسرا پھر چوتھا آخر تک چکر کاٹتے ہیں اور وہ مال اسی جگہ پر رکھا رہتا ہے۔

اور بعض علاقوں میں ایک شخص مال کو ہاتھ میں لے کر دائرہ میں چکر لگاتا ہے اور دوسرے اس پر صرف ہاتھ رکھ کر برائے نام پکڑ کر آگے چلاتے رہتے ہیں اور حقیقت میں نہ کسی کے پاس مال آیا نہ کوئی مالک بنا اور نہ کسی نے دوسرے کو بخشش اور ہبہ کیا بس سارا دھندا زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں لہٰذا جب یہ لینا دینا سرے سے صحیح نہ ہوا تو مال کیسے بڑھا؟ اور قضاء روزوں اور نمازوں وغیرہ کا فدیہ کیسے بنا؟ اور مردہ کو ثواب ونفع کس چیز کا پہنچا؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حیلہ سے جس مقصود کا اظہار کرتے ہیں وہ پورا نہیں ہوتا البتہ ان کا مقصود حقیقی پورا ہوجاتا ہے کہ ان کو پیسے مل جاتے ہیں۔

﴿۳﴾آج کل مروجہ حیلۂ اسقاط اور جنازہ میں شریک ہونے والوں پر پیسے تقسیم کرنا فدیہ اور کفارہ ادا کرنے اور میّت کو نفع پہنچانے کے لیے نہیں کیا جاتا بلکہ بطور رسم اور ناموری کے کیا جاتا ہے۔ مردہ کے ورثہ فدیہ اور کفارہ کو جانتے تک نہیں بس کسی کے مرتے ہی اس دھن میں لگ جاتے ہیں کہ شاندار حیلۂ اسقاط اور اچھی خاصی مقدار میں پیسے تقسیم ہونے چاہییں، تاکہ لوگوں میں بدنامی نہ ہو اس لیے تقسیم کے وقت نہ مقدار فدیہ کی رعایت ہوتی ہے اور نہ امیر وغریب کا فرق، سب کو ایک لاٹھی سے ہنکا دیا جاتا ہے بلکہ بعض علاقوں میں مالداروں کو غریبوں، بے کسوں کی بنسبت زیادہ حصہ دیا جاتا ہے جو ریاء اور نام ونمود کی واضح دلیل ہے۔

﴿۴﴾مروجہ حیلۂ اسقاط خدا کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش ہونے کی وجہ سے ایک منافقانہ اقدام کے سوا اور کچھ نہیں۔ وضاحت اس کی یہ ہے کہ اگر حیلہ گر مولوی ہبہ کی صحیح صورت اختیار کریں اور میّت کے ورثہ فدیہ اور کفارہ کے ادا کرنے کی نیت ہی سے یہ حیلہ کروائیں تب بھی یہ حیلہ مروجہ درست نہیں بلکہ دجل اور دھوکہ کی وجہ سے گناہ عظیم اور بدعت ہے۔اس لیے کہ جن لوگوں کو مروجہ حیلۂ اسقاط کے لیے بٹھایا جاتا ہے وہ سوائے دھوکہ بازی کے کچھ نہیں کرتے، اور دھوکہ بازی بھی ایسی ذات کے ساتھ جو علیم بذات الصّدور ہے (نعوذباللہ من ذالک)ان میں سے ہر ایک کو اگر انصاف سے دیکھا جائے تو سارے وہی جمع ہوتے ہیں جنھوں نے کبھی فقیر اور محتاج کو اللہ تعالی کی خوشنودی کے لیے ایک پائی اور ایک لقمہ بھی نہ دیا ہوگا اور آج یہ بزرگ، پارسا اور زاہد بن کر ہزاروں روپیہ دوسروں کو بخشتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سب کو یقین ہوتا ہے کہ اگر بخشوں گا نہیں تو حیلۂ اسقاط سے اٹھا دیا جاؤں گا اور آخر میں جو دس پندرہ روپے ملنے والے ہیں ان سے بھی محروم ہو جاؤں گا اس لیے بے چارے بادل ناخواستہ قبول کرتے اور دوسرے کو بخشتے ہوئے چکر کاٹتے ہیں اور بناوٹی

بات نہیں بلکہ یہ یقینی اور واقع شدہ امر ہے۔

عجیب واقعہ: ایک واقعہ کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے۔ایک علاقہ میں دو ساتھیوں نے ان حیلہ گروں اور میت کے ورثہ کے امتحان کے لیے ایک منصوبہ بنایا اور دونوں حیلۂ اسقاط کے دائرہ میں شامل ہو کر بیٹھ گئے۔ جب چکر شروع ہوا اور ان تک بات پہنچی تو ان میں سے ایک ساتھی نے قبول کر کے دوسرے ساتھی کو بخش دیا دوسرا ساتھی بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق کھڑا ہوا، اور کہا کہ میں اتنا سخی اور پارسا نہیں کہ اتنے ہزاروں روپے اور گُڑ وغیرہ سامان کسی کو مفت بخش دوں میں بہت مقروض ہوں، خدائے پاک کا کرم ہے کہ انہوں نے میرے قرضے کا غیب سے انتظام فرما دیا اور مفت میں ہزاروں روپیہ اور سامان مل گیا، لوگوں نے کہا کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا کچھ بھی نہیں، جو چیز تم نے مجھے دی ہے اس کو اپنے گھر لے جا رہا ہوں آگے کسی اور کو بخشنا نہیں، میت کے وارث اٹھے اور کہنے لگے کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سارا مال آپ گھر لے چلیں یہ تو یہاں مجمع یعنی جو لوگ جنازے میں شریک ہوئے ہیں ان پر تقسیم ہوگا۔انھوں نے کہا کہ اگر تم نے مجھے یہ مال دے کر مالک بنایا تو میں اس کا مالک ہوں اور مالک کی رضا کے بغیر اس کے مال کو تقسیم کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

انھوں نے کہا کہ آپ مالک بنے ہیں یا نہیں اور اجازت دیتے ہیں یا نہیں اور یہ کام ناجائز اور حرام جو کچھ بھی ہے بہرحال ہم اس مال کو اس جنازہ میں آنے والے تمام لوگوں پر تقسیم کرنے کے لیے لائے ہیں اکیلے آپ کے لیے نہیں لائے، اس پر انہوں نے رقم وغیرہ پھینک کر کہا کہ الحمد للہ خدائے ذوالجلال نے مجھے بہت کچھ دیا ہے اور اس سے صرف آپ لوگوں کا امتحان لینا تھا کہ تم خدا کو دھوکہ دیتے ہو یا دل سے یہ کام کرتے ہو جس سے معلوم ہوا کہ تمہارا مقصود سوائے ریا و نا موری کے اور کچھ بھی نہیں اور حیلہ گر بے چارے اسی ڈر کی وجہ سے آگے دوسرے کو دینے سے انکار نہیں کرتے کہ انکار میں کچھ فائدہ تو ہے نہیں، الٹا نقصان

ہے یہ لوگ زبردستی ہاتھ سے چھین کر دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیں گے اور میں بالکل خالی رہ جاؤں گا وہ دس پندرہ روپے جو ملنے والے تھے وہ بھی ہاتھ سے گئے بلکہ دھکے دے کر نکال دیا جاؤں گا اس لیے بادلِ ناخواستہ قبول کرتے ہیں اور آگے بخشتے رہتے ہیں۔ اس طرح قبول وبخشش خدائے قدوس کو دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسی دھوکہ دہی سے میت کو کچھ نفع پہنچے گا؟ کلّا ہرگز نہیں۔

ے   ایں خیال است ومحال است وجنون

﴿۵﴾ اس مروجہ حیلہ پر اتنا اصرار والتزام کیا جاتا ہے کہ نہ کرنے والوں کو ملامت کیا جاتا ہے اور مختلف طعنوں اور فتووں کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے اور محققین علماء کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ امر مباح اور مستحب پر اصرار اور التزام بدعت اور گناہ ہے، اور یہاں تو یہ حیلہ فی نفسہ مباح اور مستحب بھی نہیں لہٰذا یہ حیلہ، اصرار اور التزام کی وجہ سے تو بطریق اولی بدعت شنیعہ اور گناہ عظیم ہوگا۔

﴿۶﴾ مروجہ حیلۂ اسقاط میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ جب تک لوگ حیلہ میں مشغول ہوتے ہیں میت ویسے پڑی رہتی ہے اور یہ حدیث کی صریح مخالفت ہے کیونکہ حدیث میں میت کو اپنے ٹھکانے تک جلدی پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے۔

قال النبی S : اسرعوا بالجنازة فان تک صالحةفخیر تقدمونهاالیه الخ(المشکوة صـ ۱۴۴، ط:قدیمی)

﴿۷﴾ مروجہ حیلۂ اسقاط میں نقضِ ضابطۂ شارع ہے...... اس لیے یہ حیلہ واجب الترک ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ ضابطۂ شریعت ہے کہ سب سے پہلے میت کی تجہیز وتکفین کا انتظام اس کے متروکہ مال سے کیا جائے جو بچ جائے اس میں سے اس کے ذمہ جتنا قرض ہے اس کو ادا کیا جائے ان دونوں کاموں سے جو مال واسباب وجائیداد بچ جائیں سب کو تین حصوں

پر تقسیم کیا جائے، دو حصے ورثہ میں شریعت کے ضابطے کے مطابق تقسیم ہوں گے اور تیسرے حصے سے مردہ کی وصیت پوری کی جائے گی پھر وصیت پوری ہو جانے کے بعد بھی اگر تیسرے حصہ سے کچھ مال بچ جائے تو اس کو بھی وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا اور حال میں کیا ہوتا ہے؟ سب کاموں سے قبل حیلۂ اسقاط کی فکر ہوتی ہے جس کی باری تیسرے نمبر کے بعد بھی شاید کبھی شاذ و نادر پیش آئے اور پیش آنے کے بعد کیا کیا جائے؟ اس کی تفصیل فدیہ کے ادا کرنے کے مسائل کے ذیل میں مذکور ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ کیا یہ دیدہ دانستہ ضابطہ خداوندی کا مقابلہ نہیں ہے؟ عجب زمانہ اور عجب اہلِ زمانہ کہ قانون ربانی کو ٹھکرانا اچھا اور کارثواب سمجھتے ہیں، خدائے ذوالجلال ایسی خرد و عقل سے حفاظت میں رکھے۔

تنبیہ: مروجہ حیلۂ اسقاط کی مزید اور تفصیلی قباحتیں اور عدم جواز کی وجوہ اکابر علماء دیو بند کی مندرجہ ذیل تحریرات میں ملاحظہ فرمائیں:

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کا فتویٰ

ابوحنیفہ ثانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ حیلۂ اسقاط کے بارے میں لکھتے ہیں "حیلۂ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا اب یہ حیلہ تحصیلِ چند فلوس کا ملاؤں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں حیلہ کارگر نہیں۔ مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کے کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا دنی کا ہے"۔

(فتاویٰ رشیدیہ ۱۴۰، ط: ادارۂ اسلامیات)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ؒ کا فتویٰ

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی ؒ حیلۂ اسقاط کے ایک سوال کے جواب میں تفصیل فرما چکے ہیں ان کی مفصل تحقیق تو اپنی جگہ پر قابل دید ہے یہاں پر اس کا ضروری حصہ نقل کیا جاتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

''لیکن فی زمانناجواسقاط ہے وہ چند صورتوں سے رائج ہےاوراس کی اکثر صورتیں مذکورہ صورۃِ مجوزۂ فقہاء کے خلاف ہیں۔

بعض مقامات میں یوں کرتے ہیں کہ ایک قرآن مجیداوراس کے ساتھ دو چار سیر غلہ اور ایک روپیہ یا سوا روپیہ نقد سامنے رکھ کر ایک یا چند محتاجوں کو بٹھا کر ان سے کہتے ہیں کہ یہ سوا روپیہ اور یہ غلہ اور یہ قرآن مجید جو تمام دنیا سے بیشتر قیمت ہے اس شخص کے نماز، روزہ وغیرہ کے فدیہ میں ہم تم کو دیتے ہیں تم نے قبول کیا؟ وہ محتاج کہتے ہیں قبول کیا اور یہ چیزیں لے کر چلے جاتے ہیں۔ یہ صورت اس لیے صحیح نہیں کہ اس میں نمازوں اور روزوں کے فدیہ کی مقدار صحیح پوری نہیں ہوتی اور قرآن مجید کو محض بناوٹی طور پر تمام دنیا سے بیش قیمت کہہ دیتے ہیں اور خود ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کہ چھ سات آنے والا قرآن اس کام کے لیے مل جائے اگر ان کو ان کی کسی رقم کے معاوضے میں قرآن مجید یہ کہہ کر دیا جائے کہ یہ تمام دنیا سے بیش قیمت ہے اپنی رقم کے بدلے میں لے لو تو پھر دیکھو یہ قبول کرنے میں کیسے کیسے رنگ بدلتے ہیں اور ہرگز بھی قبول نہ کریں گے۔ نیز اس فقیر کو بھی محض اس وجہ سے مجبوراً قبول کرنا پڑتا ہے کہ قبول نہ کریں تو یہ چھ سات آنے کا قرآن مجید اور وہ غلہ اور ایک روپیہ بھی ہاتھ سے جاتا ہے ورنہ حقیقی قبول اور دلی قبول ہرگز نہیں ہوتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ انہیں اشیاء کو اولیائے میت یہ کہہ کر دیتے ہیں کہ میت کے ذمہ جس قدر شرعی مواخذے اور گناہ تھے ان سب کے بدلے میں ہم دیتے ہیں اور میت کے اوپر کا تمام عذاب تم نے اپنے ذمہ لیا؟ اور وہ جاہل بے باک فقیر کہہ دیتے ہیں کہ ہاں ہم نے تمام مواخذے اور عذاب اپنے اوپر لے لیے۔ یہ صورت نہایت بُری اور شرعاً واخلاقاً قبیح ہے، دینے والے بجائے اس کے کہ صرف اپنی میت کو عذابِ خداوندی سے بچانے کی تدبیر کریں، ایک یا چند دوسرے مسلمان بھائیوں (فقیروں) کو عذابِ الٰہی میں مبتلا کرنا چاہتے

ہیں جو صریح شریعت واخلاق کے خلاف اور صاف طور پر ''لاتزروازرۃ وزر اخری'' کے منافی ہے اور جاہل و بے باک فقیر چند پیسوں یا روپیوں کے لالچ میں خدائے قہار کا مؤاخذہ اور عذاب اپنے اوپر لینے کو تیار ہو جاتے ہیں جو استخفاف عذاب یا اَمن عن العذاب کی دلیل ہے یعنی یا تو وہ خدا کے عذاب سے بے خوف ہو گئے ہیں یا عذاب کو ہلکا اور بے قدر سمجھتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں کفر ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ دینے والے اکثری حالت میں میت کے مال اور ترکہ میں سے دیتے ہیں اور میت نے وصیت بھی نہیں کی ہوتی اور ورثہ میں بعض نابالغ یا غائب ہوتے ہیں اور ان حالات میں دینے والوں کو شرعاً دینے کا کوئی حق نہیں ہوتا مگر یا تو انہیں اس کی خبر نہیں ہوتی یا وہ اس کی پروا نہیں کرتے۔

چوتھی صورت یہ کہ یہ تمام کارروائی محض پابندی رسم یا ریاء ونمود کی غرض سے کی جاتی ہے اصل غرض سے نہ دینے والے باخبر ہوتے ہیں نہ لینے والے اور ظاہر ہے کہ محض پابندی رسم یا ریاء ونمود کی غرض سے دینے پر کوئی ثواب مرتب نہیں ہوسکتا۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ اس اسقاط کو لازمی اور ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ شریعت میں اس کے لزوم کی کوئی وجہ نہیں جبکہ میت نے وصیت نہ کی ہو یا کوئی مال نہ چھوڑا ہو تو وارث کے ذمہ یہ لازم نہیں کہ میت کے نماز، روزہ وغیرہ کا فدیہ دے، اگر دے تو محض تبرّع ہے اور تبرّع میں جبر یا لزوم نہیں ہوتا، تو اسے ضروری یا لازم سمجھنا حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور مفاسد بھی کبھی عارض ہو جاتے ہیں۔

ان پانچوں صورتوں میں سے کبھی کئی کئی آپس میں متداخل بھی ہو جاتی ہیں، بہرحال اکثر مروجہ صورتیں اسقاط کی غیر مشروع اور ناجائز ہوتی ہیں۔

اور فقہاء کی مجوزہ صورت عملی طور پر نادر الوقوع ہے۔ اگر مفاسد شرعیہ میں سے کوئی مفسدہ

لاحق نہ ہواور صورت مجوزہ فقہاء کے موافق عمل کیا جائے تو مباح یا زیادہ سے زیادہ مستحب ہے۔(کفایت المفتی ۹/ ۹۷، ۹۸، ط: دارالاشاعت)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ا
(مفتی دارالعلوم دیوبند) کا فتوی

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ا حیلۂ اسقاط کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''ان میں سے جس حیلہ کو بعض فقہاء نے لکھا ہے وہ بصورت ناداری وافلاسِ ورثہ محض تبرع کے طریق سے فقہاء نے لکھا تھا کہ بضرورت اگر ایسا کر لیا جاوے تو امید ہے کہ میت کے ذمہ کے فرائض ادا ہو جاویں مگر اور ان حیلوں میں جو مفاسد پیش آرہے ہیں کہ ورثہ باوجود استطاعت کے فدیہ مال پورا ادا نہیں کرنا چاہتے اور حیلہ کر لیتے ہیں اور اس کے سوائے دیگر مفاسد شرعیہ بھی ان حیلوں میں ہیں جن کی وجہ سے ایسے حیلوں سے منع کیا جاتا ہے۔''

(فتاوٰی دارالعلوم دیوبند ج۴/ ۳۷۱، ط: دارالاشاعت)

مفتی اعظمِ پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ا کا فتوی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ا جو دیوبند کے مفتی بھی رہ چکے ہیں مروجہ حیلۂ اسقاط کے بارے ایک سوال کے جواب میں تفصیل سے اپنے تحقیق کو پیش کر چکے ہیں، ناظرین کے نفع کے لیے یہاں بعینہ وہی سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے:

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے علاقے میں ایک حیلہ مروج ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ جنازے کے بعد کچھ لوگ دائرہ بناتے ہیں اور

میت کے وارث ایک قرآن شریف اوراس کے ساتھ کچھ نقد باندھتے ہیں اور دائرہ میں لاتے ہیں امام مسجد جو دائرہ میں ہوتا ہے وہ لیتا ہے اور یہ الفاظ اس پر پڑھتا ہے:

کل حق من حقوق الله من الفرائض والواجبات والکفارات والمنذورات بعضهاادیت وبعضهالم تؤد الآن عاجزعن ادائهاواعطیتک هذه المنحة الشریفة علی هذه النقودات فی حیلة الاسقاط رجاء من الله تعالی ان یغفرله .

اور ایک دوسرے کی ملک کرتا ہے تین دفعہ اس کو پھیرا جاتا ہے بعدہ نصف امام کو اور نصف غرباء کو تقسیم کیا جاتا ہے۔

زید ایک امام مسجد ہے اس نے اس مروجہ حیلہ کو چھوڑ دیا ہے اور کہتا ہے کہ اس مروجہ حیلہ کا ثبوت ادلّہ شرعیہ سے کوئی نہیں، لہٰذا یہ بات بدعت ہے۔ زید کے ترک (چھوڑنے) پر زید کو لوگ ملامت کرتے ہیں اور زید باوجود حنفی المذہب ہونے کے اس کو وہابی کہتے ہیں اور اس حیلہ کے جواز پر آباءواجداد کی دلیل لاتے ہیں۔

(۱) کیا زید حق پر ہے یا باطل پر؟

(۲) اس مروجہ حیلہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۳) زید اس رواج اور التزام واصرار کو ختم کرنے کا شرعاً حق دار اور مصیب ہوگا یا نہیں؟

(۴) نیز بعض صورتوں میں مشترک ترکہ میں سے روپیہ لایا جاتا ہے جس میں بعض وارث موجود نہیں ہوتے نیز بعض دفعہ یتیم بچے رہ جاتے ہیں کیا یہ مال حیلہ میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور دائرہ والے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ **بینوا بالدلائل الشریعة۔**

الجواب باسم ملهم الصواب

حیلۂ اسقاط یا دور بعض فقہاءِ کرام نے ایسے شخص کے لیے تجویز فرمایا تھا جس کے کچھ نماز، روزہ وغیرہ اتفاقاً فوت ہوگئے قضاء کرنے کا موقع نہیں ملا اور موت کے وقت وصیت کی

لیکن اس کے ترکہ میں اتنا مال نہیں جس سے تمام فوت شدہ نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ ادا کیا جا سکے۔ یہ نہیں کہ اس کے ترکہ میں مال موجود ہو اس کو تو وارث بانٹ کھائیں اور تھوڑے سے پیسے لے کر یہ حیلہ وحوالہ کر کے خدا وخلق کو فریب دیں۔ درمختار، شامی وغیرہ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور ساتھ ہی اس حیلہ کی شرائط میں اس کی تصریحات واضح طور پر فرمائی ہیں کہ جو رقم کسی کو صدقہ کے طور پر دی جائے اس کو اس رقم کا حقیقی طور پر مالک ومختار بنا دیا جائے کہ جو چاہے کرے، ایسا نہ ہو کہ ایک ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ دینے کا محض ایک کھیل کیا جائے جیسا عموماً آج کل اس حیلہ میں کیا جاتا ہے کہ نہ دینے والے کا یہ قصد ہوتا ہے کہ جس کو وہ دے رہے ہیں وہ صحیح معنی میں اس کا مالک ومختار ہے اور نہ لینے والے کو یہ تصور وخیال ہوسکتا ہے کہ جو رقم میرے ہاتھ میں دی گئی ہے میں اس کا مالک ومختار ہوں۔

دو تین آدمی بیٹھتے ہیں اور ایک رقم کو باہمی ہیرا پھیری کا ایک ٹوٹکا سا کر کے اُٹھ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے میت کا حق ادا کر دیا اور وہ تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگیا، حالانکہ اس لغو حرکت سے میت کو نہ تو کوئی ثواب پہنچا نہ اس کے فرائض کا کفارہ ادا ہوا، کرنے والے مفت میں گناہ گار ہوئے۔

رسائل ابن عابدین میں اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ ''منة الجليل'' کے نام سے شامل ہے اس میں تحریر فرمایا ہے :

ويجب الاحترازمن ان يديرهااجنبی الابو كالة كماذكرناوان يكون الوصی اوالوارث كماعلمت ويجب الاحتراز من ان يلاحظ الوصی عنددفع الصرة للفقير الهذل او الحيلة بل يجب ان يدفعهاعازماعلی تمليكهامنه حقيقة لاتحيلاملاحظاان الفقير اذاأبٰی عن هبتهاالی الوصی كان له ذالک ولايجبرعلی الهبة (منة الجليل فی اسقاط ما علی الذمة من كثير وقليل).

(رسائل ابن عابدين ۱/۲۲۵، ط:سهيل اكيڈمی)

الغرض اس حیلہ کی ابتدائی بنیاد ممکن ہے کہ کچھ صحیح اور قواعد شرعیہ کے مطابق ہو لیکن جس طرح کا رواج اور التزام آج کل چل گیا ہے وہ بلا شبہ ناجائز اور بہت سے مفاسد پر مشتمل قابل ترک ہے چند مفاسد اجمالی طور پر لکھے جاتے ہیں۔

﴿۱﴾ بہت مواقع میں اس کے لیے جو قرآن مجید اور نقد رکھا جاتا ہے، وہ میت (مردہ) کے متروکہ مال میں سے ہوتا ہے اور اس کے حقدار وارث بعض موجود نہیں ہوتے یا نابالغ ہوتے ہیں تو ان کے مشترکہ سرمایہ کو بغیر ان کی اجازت کے اس کام میں استعمال کرنا حرام ہے۔

حدیث میں ہے"**لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منه**"

اور نابالغ تو اگر اجازت بھی دے دے تو وہ شرعاً نامعتبر ہے اور ولی نابالغ کو ایسے تبرعات میں اس کی طرف سے اجازت دینے کا اختیار نہیں بلکہ ایسے کام میں اس مال کا خرچ کرنا حرام ہے بنص قرآن کریم آیت کریمہ"**ان الذین یأکلون اموال الیتٰمی ظلما انما یأکلون فی بطونهم نارا** "(ترجمہ: جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں) سے ثابت ہے کہ ایسے مال کا دینا اور لینا دونوں حرام ہیں۔

﴿۲﴾ اگر بالفرض مال مشترکہ نہ ہو یا سب وارث بالغ ہوں اور سب سے اجازت بھی لی جائے تو تجربہ شاہد ہے کہ ایسے حالات میں یہ معلوم کرنا آسان نہیں ہوتا کہ ان سب نے بطیبِ خاطر اجازت دی ہے یا برادری اور کنبہ کے طعنوں کے خوف سے اجازت دی ہے اور اس قسم کی اجازت حسب تصریح حدیث مذکور کالعدم ہے۔

﴿۳﴾ اور اگر بالفرض یہ سب باتیں بھی نہ ہوں، سب بالغ ورثہ نے بالکل خوش دلی کے ساتھ اجازت دے دی ہو یا کسی ایک ہی شخص، وارث یا غیر وارث، نے اپنی ملکِ خاص سے اس کا انتظام کیا ہے تو مفاسدِ ذیل سے وہ بھی خالی نہیں۔ مثلاً اس حیلہ کی فقہی صورت یہ ہو سکتی

ہے کہ جس شخص کو اول یہ قرآن اور نقد دیا جاتا ہے اس کی ملک کر دیا جائے اور پوری وضاحت سے اس کو بتلا دیا جائے کہ تم مالک و مختار ہو جو چاہو کرو پھر وہ اپنی خوشی سے بلا کسی رسمی دباؤ یا لحاظ و مروت کے میت کی طرف سے کسی دوسرے شخص کو اسی طرح دے دے اور مالک بنا دے اور پھر وہ شخص اسی طرح کسی تیسرے، چوتھے کو دے دے لیکن مروجہ رسم میں اس کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ اول تو جس کو دیا جاتا ہے نہ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ملک ہو گیا اور وہ اس میں مختار ہے نہ لینے والے کو اس کا کوئی خطرہ پیدا ہوتا ہے، جس کی کھلی علامت یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس وقت یہ نقد لے کر چل دے اور دوسرے کو نہ دے تو دینے والے حضرات ہرگز اس کو برداشت نہ کریں۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں تملیک صحیح نہیں ہوتی اور بدونِ تملیک کے کوئی قضاء یا کفارہ یا فدیہ معاف نہیں ہوتا، اسی لیے یہ حرکت بے کار ہو جاتی ہے۔

﴿۴﴾ مذکورہ صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو مالک بنایا جائے وہ مصرفِ صدقہ ہو، صاحب نصاب نہ ہو مگر عام طور پر اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا عموماً ائمہ مساجد جو صاحبِ نصاب ہوتے ہیں انہیں کے ذریعہ یہ کام کیا جاتا ہے اس لیے بھی یہ سارا کاروبار لغو و غلط ہو جاتا ہے میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

﴿۵﴾ اور اگر بالفرض مصرفِ صدقہ کا بھی صحیح انتخاب کر لیا جائے اور ان کو پورا مسئلہ بھی معلوم ہو کہ وہ قبضہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو مالک و مختار سمجھے پھر میت کی خیر خواہی کے پیش نظر وہ دوسرے کو اور اسی طرح، دوسرا تیسرے کو، تیسرا چوتھے کو دیتا چلا جائے تو آخر میں وہ جس شخص کے پاس پہنچتا ہے وہ اس کا مالک و مختار ہے، اس سے واپس لے کر آدھا امام کو اور آدھا دوسرے فقراء کو تقسیم کرنا ملکِ غیر میں بلا اس کی اجازت کے تصرف کرنا ہے جو ظلم اور حرام ہے حسب تصریحِ حدیث مذکور۔

﴿٦﴾ اور بالفرض یہ آخری شخص اس کی تقسیم اور حصے بخرے لگانے پر آمادہ بھی ہو جائے اور فرض کرو کہ اس میں دباؤ سے نہیں دل سے ہی راضی ہو جائے تو پھر بھی اس طرح کے حیلہ کا ہر میت کے لیے التزام کرنا اور جیسے تجہیز و تکفین جیسے واجباتِ شرعیہ ہیں اسی طرح اسی درجہ میں اس کو اعتقاداً ضروری سمجھنا یا عملاً ضروری کے درجہ میں التزام کرنا یہی اِحداث فی الدین ہے جس کو اصطلاح شریعت میں بدعت کہا جاتا ہے اور جو اپنی معنوی حیثیت سے شریعت میں ترمیم واضافہ ہے، نعوذ باللہ۔

نیز اس حیلہ کے التزام سے عوام الناس اور جہلا کی یہ جرأت بھی بڑھ سکتی ہے کہ تمام عمر بھی نہ نماز پڑھیں، نہ روزہ رکھیں، نہ حج کریں، نہ زکوۃ دیں، مرنے کے بعد چند پیسوں کے خرچ سے یہ سارے مفاد حاصل ہو جائیں گے جو سارے دین کی بنیاد منہدم کر دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالی ہم سب مسلمانوں کو دین کے صحیح راستہ پر چلنے اور سنّتِ رسول اللہ s کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ مذکور الصدر اجمالی مفاسد کو دیکھ کر بھی یہ فیصلہ کر لینا کسی مسلمان کے لیے دشوار نہیں کہ یہ حیلے حوالے اور اس مروجہ رسوم سب ناواقفیت پر مبنی ہیں، میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں اور کرنے والے بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح — ابو احمد عزیز الدین، خطیب جامع مسجد راولپنڈی

الجواب صواب — محمد حسن، خادم جامعہ اشرفیہ لاہور

للہ در المجیب اتی بتحقیق عجیب — محمد ضیاء الحق، مدرسہ اشرفیہ لاہور

الجواب صحیح — خیر محمد جالندھری، خیر المدارس ملتان

یہ رسم نہایت قبیح اور واجب الترک ہے۔ — بندہ احتشام الحق تھانوی

(جواہر الفقہ ۱/ ۵۵۵.....۵۶۴، ط: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ا کی تحقیق پر مذکورہ بالا حضرات کے تصدیقی اور تصویبی دستخط بھی ثبت ہیں، اتنے جید علماء کرام کی تصدیق کے بعد کسی کو اس مسئلہ میں چوں و چراں کرنے کا حق حاصل نہیں ہوسکتا اب تو مان لینا ہی چاہیے۔

فقیہ العصر مرجع الخواص

حضرت مفتی رشید احمد صاحب ا کا فتوی

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی ا اپنے مایہ ناز فتاوی میں ''اسقاط مروج کا حکم'' کا عنوان قائم کر کے حیلۂ اسقاط کے بارے میں رقم طراز ہیں:

یہ مروجہ طریقہ ناجائز اور بدعت ہے۔قرآن، حدیث اور فقہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہی قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا کوئی وجود ہے۔

قال اللہ تعالی: ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ وقال اللہ تعالی :﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾.

جو فعل حضور اکرم s نے نہیں کیا ہم اسے ثواب سمجھ کر کرنے لگے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ حضور s نے دین کو پوری طرح سے نہیں سمجھا۔ہم حضور s سے دین کے مسائل کو زیادہ سمجھ رہے ہیں اور معاذ اللہ آیت ﴿الیوم اکملت لکم دینکم الخ﴾ بھی غلط ہے۔غرضیکہ اپنی طرف سے دین میں زیادتی کرنا سخت گناہ ہے۔

قال النبی s: ''کل بدعة ضلالة'' جیسا کہ رکعات فرائض میں اپنی طرف سے زیادتی حرام ہے نیز اس اسقاط کی قبیح رسم سے لوگوں کی جرأت معاصی پر بڑھتی ہے۔ کما لایخفی

قال فی رد المحتار: ونص علیه فی تبیین المحارم فقال لایجب علی الولی

فعل الدوروان اوصى به الميت والواجب على الميت ان يوصى بما يفى بماعليه ان لم يضق الثلث عنه فان اوصىٰ باقل وامربا لدوروترک بقيةالثلث للورثةاوتبرع به لغيرهم فقداثم بترک ماوجب عليه.

......شامی یا دیگر فقہاء M نے جو اجازت دی ہے اس میں تصریح ہے کہ یہ حیلہ اس وقت جائز ہے جبکہ ثلث سے فدیہ ادا نہ ہوسکتا ہو اور یہ صورت کبھی اتفاقاً پیش آجاتی ہے اسے مستقل رسم بنا لینے کی اجازت نہیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اس حیلہ سے عوام کا عقیدہ فاسد نہ ہو اس وقت جو اسقاط مروج ہے اس میں اولاً تو تملیکِ فقراء اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے تملیک متحقق نہیں ہوتی۔ ثانیاً اس سے فساد عقیدہ لازم آتا ہے کہ عوام گناہوں پر دلیر ہوجاتے ہیں اور صوم وصلوٰۃ کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ ثالثاً اس کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ اسے بھی اعمال تکفین میں سے ایک مستقل عمل سمجھا جاتا ہے۔ التزام کرنے سے مباح بلکہ مندوب کام بھی ناجائز ہوجاتا ہے کماصرح به فى الشاميه وغيرها ۔ رابعاً ثلث مال سے فدیہ ادا نہیں کیا جاتا حالانکہ اتمام ثلث تک فدیہ کی وصیت کرنا اور اس کا ادا کرنا لازمی ہے اتمام ثلث کے بعد بھی فدیہ باقی رہے تو اس حالت میں فقہاء نے حیلہ کی اجازت دی تھی مگر فی زماننا فسادِ عقیدہ کی وجہ سے یہ بھی جائز نہیں ہے۔ فقط والله تعالى اعلم

(احسن الفتاویٰ جدید ۱/ ۳۴۸، ۳۴۹، ط: ایچ ایم سعید)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر ا کا ارشاد

جامع المعقولات والمنقولات، عاشقانِ شرک وبدعت کی آنکھوں کا تنکا، ناموس اکابر ابو الزاہد حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مشہور ومقبول کتاب ''راہِ سنّت'' میں دیگر بدعات کی بیخ کنی کے ساتھ مروجہ حیلۂ اسقاط کا تفصیل سے رد کر چکے ہیں، اور مخالفین کے سہاروں کو بے بنیاد اور ناقابل استدلال ثابت کرتے ہوئے فدیہ وکفارہ

کی صحیح صورتیں لکھ چکے ہیں۔ان کی تحریر تو اپنی جگہ پر دیکھنے کے قابل ہے یہاں پر ان کے چند جملوں کونقل کیا جاتا ہے :

''صوبہ سرحد اور بعض دوسرے علاقوں میں یہ دستور ہے کہ حیلۂ اسقاط کے لیے ایک خاص باکرامت گٹھڑی ہوتی ہے جس میں قرآن کریم کے علاوہ کچھ ریز گاری اور گڑ شریف بھی شامل ہوتا ہے اور پھر اس کو ایک دائرہ کے اندر گھمایا جاتا ہے اور ایک مخصوص دعا سے شروع کرکے کہ کل حق من حقوق الله تعالى بعضهاادئ الخ، وہ گٹھڑی اصحاب دائرہ کودی جاتی ہے جن میں اکثر بڑے بڑے خان، نواب اور امیر ملا بھی شامل ہوتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہوئے کہ **قبلت بالطريقة المذكورة ووهبتک** دوسرے کےحوالے کردیتے ہیں۔حضرات فقہاء کرام M کی ان عبارتوں میں نہ تو قرآن کریم کا کہیں ذکر ہے اور نہ گڑ شریف کا۔خدا کو معلوم یہ حیلہ درحیلہ کا ثبوت کہاں سے نکالا ہے؟ اور اس گٹھڑی میں جو رقم ہوتی ہے وہ بھی محض اپنی عزت اور ناک کی حفاظت کے لیے ہوتی ہے، اس کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میت کی نمازوں اور روزوں کا حساب کیا ہے؟ اور کتنی بار چکر دینے سے وہ حساب بے باق ہوگا؟'' (راہِ سنّت ۲۸۱، ط: مکتبہ صفدریہ)

مردہ کے ذمہ سے قضا نمازوں، روزوں وغیرہ کے ساقط کرنے کے مسائل

مسئلہ: جو شخص مرتے وقت وصیت کرے کہ میرے ذمہ اتنی قضا نمازیں اور اتنے روزے ، زکوٰۃ ، حج وغیرہ ہیں تو اس کے وارثوں پر فرض ہے کہ اس کے کل ترکہ منقولہ وغیر منقولہ یعنی اس نے زمین، مکان، نقد روپیہ وسامان وغیرہ جتنی چیزیں چھوڑی ہیں ان سب کا حساب لگا کر تیسرے حصہ میں اس کی وصیت جاری کریں۔اگر اس کی وصیت اس تیسرے حصہ سے

پوری ہوتی ہے مثلاًاس میت نے پانچ نمازوں کی وصیت کی کہ مجھ سے پانچ نمازیں قضا ہوچکی ہیں جن کا فدیہ مثلاً فی نماز پانچ روپیہ کے حساب سے پچیس (۲۵) روپے ہوئے اوراس کے کل جائیداد، مال واسباب کا تیسرا حصہ پچیس روپیہ یا اسے زیادہ بنتا ہے تو وارثوں پر واجب ہے کہ وہ اس کی وصیت کے مطابق پچیس روپیہ اس کی قضا نمازوں کے فدیہ میں مساکین کو دیدیں اورایسے مردہ کے لیے نہ حیلہ اسقاط ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے اوراگر اس کی وصیت کل جائیدادو مال واسباب کے تیسرے حصہ میں پوری نہیں ہوتی ،مثلا اس نے وصیت کی کہ مجھ سے چھ نمازیں قضا ہوئی ہیں جن کا فدیہ مثلاًتیس روپیہ بنتا ہے اوراس کے کل جائیدادو مال واسباب کا تیسرا حصہ دس (۱۰) روپے بنتا ہے جس سے اس کی وصیت پوری نہیں ہوسکتی بیس (۲۰) روپے باقی رہ جاتے ہیں اس لیے کہ اس کی وصیت پر تیس (۳۰) روپے لگتے ہیں ،تو ایسی صورت میں بقیہ یعنی بیس (۲۰) روپے مشترک مال سے اس کے فدیہ میں دینا اس وقت جائز ہے جب سب وارث بالغ ہوں اوراس کی اجازت خوشی سے دیں، اگر وہ سب یا ان میں سے کوئی اجازت نہ دیں یا موقع پر موجود نہیں، مسافرت کی وجہ سے غائب ہیں تو مشترک مال سے بقیہ بیس روپے دینا جائز نہیں اوراگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہے تو اس کی اجازت بھی معتبر نہیں لہٰذا ایسی صورت میں اولاً تو کوئی وارث اپنے مردہ کے ساتھ ہمدردی کرکے بقیہ بیس روپے اپنی ذاتی رقم سے اس کے دس روپے کے ساتھ ملا کر اس کے فدیہ میں تیس روپے مساکین کو دے دیں تاکہ برائے نام حیلہ حوالہ کی کوئی ضرورت نہ رہے البتہ اگر سارے وارث اتنے بخیل اورمردہ کے مال کے لالچی ہیں کہ اپنے ذاتی مال سے اس کی قضا نمازوں کا بقیہ فدیہ جو بیس روپے ہیں نہیں دیتے تو ایسے حال میں اس کے کل مال کا تیسرا حصہ جو کہ دس روپے ہیں حیلۂ اسقاط سے بڑھا دیا جائے ،جس کی صورت فقہاء کرام M نے یہ لکھی ہے کہ ایک مخلص دیندار فقیر کو بلا کر اس کی نمازوں کے فدیہ میں اس کو

دس روپے پکڑادیں، پکڑنے کے بعد فقیر خوشی ورضاء سے مردہ کے ولی کو واپس بخش دے، پھر ولی میت دوبارہ اس فقیر کو دیدے۔ وہ فقیر اس کو پھر واپس کردے اور تیسری بار مردہ کا ولی اس فقیر کو پھر دے۔ اب وہ فقیر وہ دس روپے لے کر اپنے اخراجات میں جو چاہے صرف کرے اب اس کے بعد ایک دوسرے کو لینے دینے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ فدیہ کے کل تیس روپے بنتے تھے اور وہ تین دفعہ لینے دینے سے پورے ہوگئے لہٰذا مزید بڑھانے اور لینے دینے کی ضرورت نہیں۔

یہ ہے اصل مسئلہ اور حیلۂ اسقاط کی حقیقت جس سے آج کل کے مروجہ حیلہ کا کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں. کیا آج کل کوئی وصیت کرتا ہے؟ کہ میرے ذمہ اتنی نمازیں، روزے، زکوٰۃ، حج وغیرہ ہیں؟ اگر وصیت کر بھی لے تو کیا کوئی صحیح طریقے پر اس کی وصیت کو پورا کرتا ہے؟ کسی نے آج تک مردہ کے کل جائیداد، نقد مال واسباب کا حساب لگا کر اس کے تیسرے حصہ کو اس کی وصیت میں دیا ہے؟ کیا ایسا نہیں کہ کچھ مال حیلۂ اسقاط میں لا کر بقیہ کو خود ہڑپ کردیتے ہیں!

خوب یاد رکھیں مردہ کے کل مال کے تیسرے حصہ سے جب وصیت پوری ہوسکتی ہے تو وارثوں کے ذمہ واجب ہے کہ اس وصیت کو پورا کریں، اس میں کوتاہی نہ کریں۔ میت کا مال موجود ہوتے ہوئے اس کی نماز، روزہ کے فدیہ میں حیلہ حوالہ پر اعتماد کرکے مال کو خود تقسیم کرلیں تو گناہ ان کے ذمہ رہے گا۔

مسئلہ : وصیت کرنے کی صورت میں واجبات وفرائض کی ادائیگی کی یہ صورت ہوگی:

﴿۱﴾ ہر روز کی نمازیں وتر سمیت چھ لگائی جائیں گی اور ہر نماز کا فدیہ مثل صدقۃ الفطر (سرسایہ) دیا جائے گا موقع پر کسی معتمد عالم سے معلوم کرکے حساب لگائیں۔

﴿۲﴾ ہر روزہ کا فدیہ بھی مثل صدقۃ الفطر ہے۔ رمضان کے روزوں کے علاوہ اگر کوئی

نذر، منت مانی ہوئی ہے تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا۔

﴿۳﴾ زکوٰۃ جتنے سالوں کی اور جتنی مقدار کی رہی ہے اس کا حساب کر کے ادا کرنا ہوگا۔

﴿۴﴾ حج فرض اگر ادا نہیں کر سکا تو میت کے مکان سے کسی کو حج بدل کے لیے بھیجا جائے گا اور اس کا کرایہ وغیرہ تمام مصارفِ ضروریہ ادا کرنے ہوں گے۔

﴿۵﴾ کسی انسان کا قرض ہے تو اس کو حق کے مطابق ادا کرنا ہوگا۔

﴿۶﴾ جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں سب کا ادا کرنا ضروری ہوگا۔

﴿۷﴾ قربانی کوئی رہ گئی ہو تو اس سال یعنی جس سال کی قربانی رہ گئی ہو اس سال ایک بکرے یا گائے کے ساتویں حصے کی جو قیمت تھی وہ قیمت اندازہ کر کے صدقہ کی جائے۔

﴿۸﴾ سجدۂ تلاوت رہ گئے ہوں تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے مکمل فدیہ کا صدقہ کیا جائے۔

﴿۹﴾ اگر فوت شدہ روزوں اور نمازوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو تخمینہ اور اندازہ سے حساب کیا جائے گا۔

یہ سب احکام اس صورت میں ہیں کہ مرنے والے نے وصیت کر دی ہو اور بقدر وصیت مال چھوڑا ہو، اور اگر وصیت ہی نہیں کی یا اداء وصیت کے مطابق کافی ترکہ نہیں ہے تو وارثوں پر اس کے فرائض و واجبات کا فدیہ ادا کرنا لازمی نہیں ہاں وہ اپنی خوشی سے ہمدردی کرنا چاہیں تو موجب ثواب ہوگا۔

(ان احکام و مسائل کا اکثر حصہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ا کی کتاب سے ماخوذ ہے)

علماء ملازئی کا متفقہ فیصلہ

درج ذیل چار مسائل پر مشاہیر علماء کرام کی تحقیقات اور فتاویٰ کے بعد ملازئی کے وہ علماء جن کے دستخط ذیل میں موجود ہیں، نے متفقہ طور پر ان کی صحت اور حقانیت کا فیصلہ کیا۔ بعد میں اس فیصلہ کی تحریری نقل تقریباً ملازئی کی ہر مسجد میں عوام کو مطلع کرنے کے لیے لٹکا دی گئی جو کہ بعض مساجد میں ابھی تک آویزاں ہے اور عملی طور پر ملازئی کے اکثر علماء نے ان مسائل کو جاری کرتے ہوئے ان قبیح رسموں سے اجتناب کرنا بھی شروع کیا، جس میں یہ حضرات علماء کرام کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ لہٰذا ان کا یہ مبارک باعمل فیصلہ یہاں قارئین کی خدمت میں لکھا جاتا ہے شاید کسی خوش نصیب کو پڑھ کر عبرت حاصل ہو جائے۔

وہ مسائل یہ ہیں:

﴿۱﴾ مروجہ حیلۂ اسقاط بدعت، ناجائز اور کبیرہ گناہ ہے۔

﴿۲﴾ بیٹی اور بہن کو بھیڑ بکری بنا کر بیچنا اور اس کے پیسے لے کر کھانا حرام ہے اور بدترین گناہ ہے۔

﴿۳﴾ شادی کے موقع پر بیٹی یا بہن کے شوہر سے سارے گاؤں اور رشتہ داروں کے لیے کھانا تیار کرنے کا خرچہ اور سامان لے کر سارے گاؤں والوں کو کھلانا، یہ لینا اور کھلانا اور کھانا سب حرام اور ناجائز ہے اس کو حلال کرنے کے لیے کوئی جائز حیلہ نہیں۔

﴿۴﴾ غیر اللہ کے نام کی نذر مان کر جانور کو ذبح کرنا ناجائز اور گناہ ہے اور یہ جانور مردار اور میتہ بن جاتا ہے۔ اور اگر نذر و منّت ماننے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ غیر اللہ پیر وغیرہ میرے نفع نقصان کے بھی مالک ہیں تو اس عقیدہ کی وجہ سے اس نذر ماننے سے کافر بھی ہو جائے گا۔

(مولانا سراج الدین صاحب، مولانا عبدالحق صاحب، مولانا عبدالرشید صاحب، مولانا محمد غلام صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب، مولانا محمد صدیق صاحب، مولانا عنایت اللہ صاحب، مولانا حبیب اللہ صاحب خطیب جامع مسجد فریداورنگی، احمد ممتاز عفی عنہ، قاطع شرک وبدعت مولانا عبدالرؤف صاحب)۔

توثیق

ان چارمسائل (یعنی مروجہ حیلۂ اسقاط کا بدعت اور ممنوع ہونا، نذرلغیر اللہ کا حرام ہونا، بہن بیٹیوں کو بیچ کر ان کے پیسے لے کر کھانے کا حرام ہونا، اور ان کے شوہروں سے بستی والوں کو کھلانے کا خرچہ لے کر کھانا کھلانے کا حرام ہونا) کی توثیق اور تصدیق حضرت مولانا فرید احمد صاحب دامت برکاتہم مفتی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور، دارالعلوم کراچی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی جیسے افتاء کے چار بڑے مراکز سے ہوچکی ہے جس کے بعد کسی منصف مزاج آدمی کے لیے چوں وچرا کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

مروجہ حیلۂ اسقاط کرنے والے کی امامت

مروجہ حیلۂ اسقاط کرنے والا چونکہ بدعتی اور فاسق فاجر ہے اور مبتدع فاسق، فاجر کی امامت کی کراہت کی تصریح فقہ کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔

مشہور کتاب شرح الوقایہ میں ہے:

"فان ام عبداواعرابی او فاسق او اعمیٰ او مبتدع او ولد الزنا کرہ".

اور عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ میں "قولہ کرہ" کی وضاحت کرتے ہوئے تحریرفرماتے ہیں" الکراھۃ فی تقدیم الفاسق تحریمیّۃ و کذا المبتدع فانہ اشد

من الفاسق من حيث العمل لان فسقه اعتقادی فان کان اعتقاده البدعی منجراالی الکفرلم یجزالاقتداء به مطلقاً''

(شرح الوقایہ ۱/ ۱۷۶،۱۷۵،ط:امدادیہ)

لٰہذامروجہ حیلۂ اسقاط کرنے والے کی امامت مکروہ تحریمی (یعنی قریب بحرام ہے)۔اہل محلّہ اور مساجد کے منتظمین پر واجب ہے کہ ایسے بدعتی وفاسق امام کوامامت سے ہٹاکرصحیح العقیدہ والعمل امام کومقررکریں ورنہ تمام اہل محلّہ کی نمازوں کوکراہتہ تحریمی کی نذرکرکے تباہ وبربادکرنے کے گناہ میں یہ لوگ بھی امام کے ساتھ برابرشریک ہوں گے!البتہ جن لوگوں کوامام کے ہٹانے پرقدرت حاصل نہیں،ان کوچاہیے کہ اگرکہیں دوسری مسجدمیں صحیح امام میسرہوتووہاں جاکران کے پیچھے نمازپڑھیں ورنہ ایسے فاسق وبدعتی کے پیچھے پڑھتے رہیں اکیلے نہ پڑھیں اوران کی نمازکےنقصان کے ذمہ دارامام اوروہ لوگ ہیں جوباوجودقدرت امام کونہیں ہٹاتے۔

حضرت مفتی اعظم ا کافرمان

مفتی اعظم دیوبندحضرت مولانامفتی عزیزالرحمٰن صاحب ا سے سوال کیاگیا،

''جوبدعتی اپنی بدعت پرمصرہواوران کواچھافعل جانتاہووہ شرعاً کس درجہ کاگناہ گارہے،اس کے پیچھے نمازبلاکراہت درست ہے یانہیں؟اس کے پیچھے پڑھی ہوئی کااعادہ کرے یانہیں؟ اگراعادہ کرے کن کن وقتوں کااعادہ کرے؟جس کاجواب آپ نے اس طرح دیا:

الجواب باسم ملہم الصواب

''وہ فاسق ہے نمازاس کے پیچھے مکروہ ہے۔نمازاداہوجاتی ہے مگرکراہت کے ساتھ، سوائےعصر،فجر،مغرب کےاگرعشاءوظہرکااعادہ کرےاچھاہے''۔

(عزیزالفتاویٰ ۱/ ۲۱۹،ط:دارالاشاعت)

اور(۲۱۰/۱) پر فاسق اور بدعتی کی امامت کا حکم کا عنوان قائم کر کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، ''ایسا شخص امام بنانے کی لائق نہیں ہے امام بنانا اس کا حرام ہے اور امامت سے معزول کرنا اس کا لازم ہے، سب مسلمانوں کو چاہیے کہ اتفاق کر کے اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں اور کسی دوسرے عالم وصالح ومتقی کو امام بنا دیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (حوالہ بالا)

نماز جنازہ کے بعد دعا

کسی مسلمان کی وفات کے بعد اس کے رشتہ دار اور دوست اس کو جو بہترین تحفہ بھیج سکتے ہیں وہ اس کے حق میں دعا کرنا ہے، جس وقت چاہیں انفرادی طور پر اس کی وفات کے بعد اس کے لیے دعا کریں اس میں کوئی خرابی اور گناہ نہیں۔ لیکن نمازِ جنازہ اور تدفین کے بعد قبر پر، میت کے لیے اجتماعی طور پر دعا کرنا ناجائز، بدعت اور زیادۃ فی الدین ہونے کی وجہ سے واجب الترک ہے۔ قرآن، حدیث اور فقہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور جنازوں کی کثرت کے باوجود نہ ہی قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا کوئی وجود ہے کہ کسی نے نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے اجتماعی رنگ میں دعا مانگی ہو! بلکہ کتبِ فقہ میں کراہت اور عمل منصوص پر زیادتی ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ کے بعد دعا سے روکا گیا ہے۔ علامہ ابن نجیم ا رقمطراز ہیں'' **ولایدعوا بعدالتسلیم**''، ترجمہ: اور سلام پھیر لینے کے بعد دعا نہ کرے! اور امام ابوبکر بن حامد الحنفی ا فرماتے ہیں'' **ان الدعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ**''، ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے (محیط باب الجنائز بحوالہ راہ سنّت)۔

ملا علی قاری ا تحریر فرماتے ہیں'' **ولایدعوللمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ**''

ترجمہ: نمازِ جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔ (مرقات ۲۱۹/۲)

چند مغالطے اور ان کے جوابات

مغالطہ(۱) :بعض مدعیان علم نے ''اذاصلیتم علی لمیت فاخلصوا له الدعا''، سے نماز جنازہ کے بعد دعا کے اثبات کی ناکام کوشش کی ہے۔اس اشکال کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ حدیث نماز جنازہ کے بعد والی دعا کے متعلق نہیں بلکہ نماز جنازہ جو کہ خود سراسر دعا ہے کے بارے میں ہے مطلب یہ ہے کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس میں نہایت اخلاص سے دعا کرو۔دیکھو عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ جس میں اس حدیث سے نماز جنازہ کے اندر دعا پر استدلال کیا گیا ہے۔

(لا قراءۃ فیھا) پر حاشیہ میں تحریر ہے:

''ولاقراءۃ ای لاتجب ولاتسن عندناقراءۃ القرآن فیھا ای بنیة القرآن فلوقرأالفاتحة بنیة الثناء جاز کذافی الاشباہ والاصل فیه حدیث اذاصلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعا الخ (شرح الوقایة ۱ / ۲۵۳،ط:امدادیه)

اوراس کا تفصیلی جواب راہ سنّت میں ملاحظہ فرمائیں۔

مغالطہ(۲):بعض کم فہم لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی r نے اپنی لڑکی کا جنازہ پڑھا اور چوتھی تکبیر کے بعد دعا کی اور فرمایا کہ میں نے آنحضرت s کو ایسا ہی دیکھا ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا ثابت ہے۔

الجواب: اس سے استدلال ل ہرگز صحیح نہیں،اس لیے کہ اس میں نماز جنازہ ختم ہونے کے بعد دعا مراد نہیں ہے بلکہ چوتھی تکبیر اور سلام پھیرنے کے درمیان کی دعا مراد ہے جیسا کہ حضرات شوافع کا اس پر عمل ہے،اور احناف چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے قبل دعا کے قائل نہیں ہیں۔

مغالطہ(۳):بعض نام نہاد محققین نے لکھا ہے کہ بیہقی میں ہے کہ حضرت علی r نے

ایک جنازے پر نماز کے بعد دعا مانگی۔

الجواب: سننِ کبریٰ ۴/ ۴۵ میں اس کے متعلق دو روایتیں موجود ہیں، جن میں اس کا ذکر تو ہے کہ حضرت علی r نے ایک جنازہ پڑھایا اور چند حضرات نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے، تو انہوں نے ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ لہٰذا اس روایت سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ دوبارہ نماز پڑھنا ہے اس مقام پر اس کا جھگڑا نہیں ہے۔ اس مقام پر دعا بعد الجنازہ کا اثبات بالکل بے بنیاد امر ہے.

مغالطہ (۴): بعض نے ایک قصہ لکھا ہے کہ ابن عمر q ایک جنازہ پر نماز جنازہ کے بعد پہنچے اور فرمایا کہ اگر تم اس پر نماز پڑھنے میں مجھ سے سبقت لے گئے تو تم دعا میں مجھ سے سبقت نہیں لے جا سکتے ہو۔

الجواب: اس قصہ کا واضح اور بے غبار مطلب یہ ہے کہ اگر چہ میں نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکا اور اس خیر کے کام میں تم مجھ سے آگے نکلے لیکن دعا مانگنے میں تم مجھ سے آگے نہیں نکل سکتے اس لیے کہ دعا کے لیے کوئی وقت، ہیئت اور اجتماع شرط نہیں بلکہ ہر وقت بلا ہیئت اجتماعیہ ہر ایک میت کے لیے دعا کر سکتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ میں ایسی پرُخلوص دعا کروں گا جس میں تم مجھ سے ہرگز سبقت نہیں لے جا سکتے ہو۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ا کا فتوی

تاج المحدثین، زبدۃ الفقہاء حضرتِ اقدس مولانا خلیل احمد صاحب ا نے نماز جنازہ کے بعد دعا کے بارے میں مولوی احمد حسن کا لکھا ہوا فتوی رد کرتے ہوئے اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مکمل بات تو ان کی تمام تحقیق کے دیکھنے سے معلوم ہوگی، یہاں پر مقصد کے صرف چند جملے نقل کیے جاتے ہیں لکھتے ہیں:

''پس مجیب نے جواولاً وثانیاً جواب میں مساہلہ اور مسامحہ کی وہ قابل اعتبار نہیں جواب صحیح یہی ہے کہ دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ خصوصاً وہ دعا جو متعارف بلاد (شہروں) ہے قطعاً بدعت وناجائز ہے۔''

حررہ خلیل احمد عفی عنہ

صحیح الجواب! عنایت الٰہی عفی عنہ، مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم

الجواب صحیح وصریح الحق: بندہ محمد الیاس عفی عنہ (کاندھلوی)

الجواب صحیح : منظور احمد عفی عنہ الجواب صحیح : ثابت علی عفی عنہ

الجواب صحیح : عبدالوحید عفی عنہ الجواب صحیح : عبدالرحمٰن عفی عنہ

حضرت مولانا خلیل احمد قدس سرہ کے اس جواب و تحقیق پر ان کے علاوہ مزید ان مذکورہ چھ حضرات کے دستخط بھی ثبت ہیں جنہوں نے مسئلہ زیر بحث کو مزید تقویت بخشی۔

(فتاوٰی خلیلیہ ۱۲۷، ۱۲۸)

مفتی دیوبند کا ارشاد

مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی ا سے جنازہ کے بعد دعا کے متعدد سوالات کیے گئے ہیں، سب سوالات مع جوابات کا دیکھنا تو انتہائی مفید ہے۔ لیکن ہم نے چونکہ اس رسالہ میں دعا بعد الجنازہ کے بارے اختصار سے گفتگو کرنے کا قصد کیا ہے اس لیے یہاں صرف ایک سوال مع الجواب ذکر کیا جاتا ہے۔ فاعتبروا یآ اولی الابصار

سوال (۲۸۱۱): نماز جنازہ کے بعد اکثر سلام پھیر کر بیٹھ جاتے ہیں اور الحمد، درود شریف وغیرہ پڑھ کر جناب رسول اللہ s اور اصحاب اربعہ p کی ارواحِ پاک کو بخش کر حاضر میت کی روح کو بخشتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جنازہ کی نماز کے بعد اور کوئی دعا مشروع نہیں پس یہ فعل بعد نماز جنازہ کے نہ کرنا چاہیے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ / ۲۸۶، ط: دارالاشاعت طبع قدیم)

مفتی اعظم پاکستان ا کا ارشاد گرامی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ا کا ارشاد عوام کے نفع کے لیے سوال کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

سوال (۴۸): بعد نماز جنازہ فوراً ایک عالم کا فرمان ہوتا ہے کہ تین مرتبہ **قل ھو اللہ** پڑھ کر اس میت کو ابھی بخش دو، کیونکہ ابھی سب باوضو اور قبلہ رُخ کھڑے ہو اس لیے اس وقت میں پڑھنا بہتر ہے۔ایک دوسرا شخص کہتا ہے کہ یہ بدعت ہے اور شبہ زیادتی نماز جنازہ پر دال ہے اور عالم کے کہنے کی وجہ سے سند پکڑتے ہیں اس لیے ابھی نہ پڑھو تھوڑی دیر کے بعد پڑھ کر سب اموات کو بخش دیجیو!

اس سوال کا ایک جواب ایک شخص نے لکھا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اس کے خلاف مولوی محمد نے عدم جواز کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے، وہ یہ ہے:

''بے شک اس طرح پر التزام کرنا اور پڑھنے کا حکم دینا ثابت نہیں ہے جو شخص منع کرتا ہے وہ صحیح کہتا ہے۔ایسی باتوں کی ابتدا خواہ نیک نیتی سے ہو لیکن اس کا انجام بدعت کی طرف پہنچ جاتا ہے پس کسی ایسی بات کو جس کا ثبوت نہ ہو ہرگز ایجاد نہ کرنا چاہیے شریعت نے جتنی موت وحیات کے معاملات میں تعلیم دی ہے وہ بہت کافی ہے اس پر زیادتی کرنا اور نئی بات ایجاد کرنے کی ضرورت نہیں۔

فی الدر المختار: '' ویسلم بلادعاء بعد الرابعة فقط''.

اس جواب کی تائید حضرت مفتی صاحب ا کرتے ہیں:

الجواب: أقول: **وبہ نستعین** یہ صحیح ہے کہ عالم صاحب کو نماز جنازہ کے بعد اس فرمان

کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور صحاب وتابعین وائمہ دین کے تعامل سے ثابت نہیں، نماز جنازہ کافی ہے۔'' ولکم فی رسول اللہ اسو ۃ حسنۃ''۔واللہ تعالیٰ اعلم

فقیہ العصر ا کا ارشاد

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی ا نے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کے سوال کا جواب چودہ حوالوں سے مزین کرتے ہوئے دیا ہے۔اس جواب کی ابتدائی اور مقصودی سطریں ملاحظہ ہو، رقمطراز ہیں:

''نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا چونکہ حضور s اور صحابہ وتابعینسے ثابت نہیں اس لیے فقہا کرام اسے ناجائز اور مکروہ فرماتے ہیں۔چنانچہ تیسری صدی ہجری کے فقیہ امام ابوبکر بن حامد ا فرماتے ہیں: ان الدعاء بعدصلوٰۃ الجنازۃ مکروہ. (فوائدِ بہیہ ۱/ ۱۵۲)''

(احسن الفتاویٰ جدید ۱/ ۳۳۶، ط: ایچ ایم سعید)

تنبیہ

مخلصین اور خصوصاً وہ عوام وخواص (جو اپنے آپ کو مسلک دیوبند سے وابستہ سمجھتے ہیں) کے لیے یہی چند حوالے بھی کافی ہیں، امید ہے کہ یہ سب حضرات ان حوالوں اور تحریرات کو دیکھنے کے بعد مسلک اہل سنّت والجماعۃ کی لاج رکھتے ہوئے رب کریم کی رضا کو مدنظر رکھ کر مروجہ حیلۂ اسقاط ودعا بعد نماز جنازہ جیسی بدعات کو یکدم ترک کردیں گے، اور سنّت نبی امی رحمۃ للعالمین s کو زندہ کرنے کی سعی کریں گے۔واللہ الموفق والمستعان.

رسمیں اور کوتاہیاں

﴿۱﴾ بعض مریض نماز کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ ممکن ہے یہ زندگی کا آخری مرض

ہو کیونکہ ہر بیماری موت کی یاد دہانی کراتی ہے۔ صحت میں فکر نہ کی تو اب بھی غافل رہنا اور اہتمام نہ کرنا بڑے ہی اندیشہ اور خطرہ کی بات ہے! ایسے موقع پر اہل علم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا چاہیے شریعت کی دی ہوئی سہولتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جب تک اشارہ سے نماز پڑھنے پر قدرت ہو اشارہ سے لازم ہے البتہ جب اشارہ پر بھی قدرت نہ ہو تو نماز مؤخر کرنا اور بعد میں قضا کر لینا درست ہے!

﴿۲﴾ نماز پڑھنے والے مریض یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وضو کچھ مضر نہیں ہوتا پھر بھی تیمّم کر لیتے ہیں، بعض مرتبہ خدمت گزار یا دوسرے خیر خواہ وضو سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میاں شرع میں آسانی ہے تیمّم کر لو، یہ سخت نادانی ہے جب تک وضو کرنا مضر نہ ہو تیمّم سے نماز جائز نہیں۔

﴿۳﴾ ایک کوتاہی عام طور پر یہ ہو رہی ہے کہ بیمار کا ستر (وہ اعضا جن کو چھپانا شرعاً واجب ہے) چھپانے کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ گھٹنے، ران وغیرہ کھل جانے کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے حالانکہ آپریشن، مرہم پٹی وغیرہ جیسی ضرورت کے موقع پر بھی ضرورت سے زیادہ ستر کھولنے کی اجازت نہیں، اور ڈاکٹر حکیم کے سوا دوسروں کے لیے تو ستر کا وہ حصہ، جس پر زخم وغیرہ ہو، کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔

﴿۴﴾ ایک کوتاہی یہ ہے کہ اول تو مریض کو دعا کا خیال نہیں آتا اور جن کو آتا ہے وہ بھی شرعی حدود کو ملحوظ نہیں رکھتے، شکایت کے انداز میں دعا کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً یوں دعا کرتے ہیں اے اللہ کیا ہوگا؟ بس میں تو بالکل تباہ ہو جاؤں گا یہ بچے کس پر ڈالوں گا؟ میرے بعد ان کا کون ہوگا؟ خدا ایسا نہ کیجیے، بس جی میرا تو کہیں بھی ٹھکانا ہی نہ رہے گا وغیرہ، گویا شکایت الگ کی جاتی ہے اور مشورہ الگ دیا جاتا ہے۔ استغفر اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کا یہی ادب ہے، اسی کا نام عظمت ہے؟ دعا ہمیشہ ایک عاجز غلام کی طرح کرنی چاہیے اس کے بعد خدائے پاک

جو فیصلہ فرمائیں اس پر راضی رہنا واجب ہے۔

﴿۵﴾ بہت سی جگہ رونے پیٹنے میں عورتیں بے پردہ ہوجاتی ہیں اور پردہ کا مطلق خیال نہیں رکھتیں بلکہ اپنے نامحرم عزیزوں مثلاً دیور، چچازاد، تایازاد بھائی، خالہ زاد بھائی وغیرہ سے لپٹ لپٹ کر روتی ہیں، یہ بھی حرام ہے کیونکہ رنج وغم میں شریعت کے احکام ختم نہیں ہوجاتے۔

﴿۶﴾ بعض جگہ میت کے دوستوں اور رشتہ داروں کے انتظار یا نمازیوں کی کثرت یا ایسی ہی اور کسی غرض سے میت کی تدفین میں دیر کرتے ہیں اور مردہ گھنٹوں کے گھنٹوں رکھا جاتا ہے یہ سب ناجائز اور منع ہے!

﴿۷﴾ بعض لوگ مردہ کی آنکھوں میں سرمہ اور کاجل لگاتے ہیں سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں کنگھا بھی کرتے ہیں، بعض لوگ ناخن اور بال کتر وادیتے ہیں یہ سب ناجائز ہے۔

﴿۸﴾ ایک رواج یہ عام ہوگیا ہے کہ اگر کسی شخص کا انتقال اس کے وطن کے سوا کسی دوسرے شہر یا ملک میں ہو تو اسے وہیں دفن نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کے وطن میں پہنچانا اور وہاں پر دفن کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے، اور ہوائی جہاز تک کے اخراجات کو اس سلسلے میں برداشت کیا جاتا ہے یہ بھی حد شرعی سے تجاوز ہے۔ مستحب یہ ہے کہ جس شخص کا جہاں انتقال ہوا سے وہیں دفن کیا جائے، دوسرے شہر لے جانا خلاف اولی ہے، بشرطیکہ وہ دوسرا شہر ایک دو میل سے زیادہ دور نہ ہو اور اگر اس سے زیادہ دور ہو تو پھر میت کو دوسری جگہ لے جانا جائز ہی نہیں۔

﴿۹﴾ دورِ حاضر کی ایک لعنت یہ بھی ہے کہ نمازِ جنازہ کی فوٹو اخبارات میں شائع کیے جاتے ہیں اور فوٹو میں ممتاز اور مقتدا شخصیات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ یہ تصویر کشی ہے جو حرام ہے۔

﴿۱۰﴾ بعض لوگ میت کا منہ کھول کر اس کی تصویر کھینچتے یا کھنچواتے ہیں تا کہ بطور یادگار

اس کو رکھیں، یاد رکھیے! تصویر کشی مطلقاً حرام ہے لہٰذا میت کی تصویر لینا بھی حرام ہے تصویر کھینچنے یا کھنچوانے والے دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

﴿۱۱﴾ بعض جگہ جنازہ کے ساتھ اناج یا گڑ یا کھجور یا پیسے لے کر چلتے ہیں پھر یہ اناج پیسے وغیرہ قبرستان میں تقسیم ہوتے ہیں سو واضح ہو کہ ایصال ثواب تو بہت اچھا کام ہے لیکن ایصال ثواب کی یہ اپنی طرف سے طے کردہ صورت کہیں ثابت نہیں۔ متعدد وجوہ سے یہ لے جانا اور تقسیم کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔

﴿۱۲﴾ بعض جگہ لوگ میت کو جو کسی دوسرے علاقہ میں ہوگئی ہو، تابوت وغیرہ میں رکھ کر امانت کہہ کر دفن کرتے ہیں اور پھر بعد میں کسی موقع پر تابوت نکال کر اپنے علاقہ میں لے جا کر دفن کرتے ہیں، واضح رہے کہ دفن کے بعد خواہ امانۃً دفن کیا ہو یا بغیر اس کے، دوبارہ نکالنا جائز نہیں اور امانۃً دفن کرنا بھی شرعاً بے اصل ہے۔ اسی طرح دفن کے وقت قبر میں اتار کر مولانا صاحب کا یہ کہنا اے زمین اس مردہ کو ہم نے تمہارے حوالے اور سپرد کیا ہے (جس کو پشتو میں ''سپارل'' کہتے ہیں)، بے بنیاد اور فضول بات ہے۔ قبر میں اتارنے کے وقت کی دعائیں بہشتی زیور میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱۳﴾ بعض لوگ قبر کا بالائی حصہ کچا رکھتے ہیں لیکن قبر کا دائیں بائیں اور آگے پیچھے کا حصہ پختہ بنواتے ہیں، یہ ناجائز اور بدعت ہے احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

﴿۱۴﴾ قبروں پر چراغ جلانے کی رسم بھی نہایت کثرت سے کی جاتی ہے، شب جمعہ، شب معراج اور شب براءت میں خاص طور پر اس کا اہتمام ہوتا ہے اور باقاعدہ قمقمے اور لالٹین لگوائی جاتی ہیں، یہ سب ناجائز اور بدعت ہے۔

﴿۱۵﴾ مردہ کو دفن کے بعد اسی دن یا کئی دنوں کے بعد قرآن کریم یا قل شریف کا ختم ہوتا ہے پھر اجتماعی ایصالِ ثواب اور دعا کے بعد حاضرین کو کہیں کھانا، کہیں نقد، اور کہیں مٹھائی

وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے۔

اول تو اس خاص طریقہ سے جمع ہو کر ختم اور ایصال ثواب کی رسم کا شریعت میں کہیں ثبوت نہیں، اس لیے بدعت ہے۔ دوسرے اس میں مزید خرابیاں یہ ہیں کہ دوست، رشتہ دار تو عموماً محض شکایت سے بچنے کے لیے آتے ہیں ایصال ثواب مقصود نہیں ہوتا۔ اور فقراء و مساکین (وطلبہ علم) تو ان کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہاں جا کر صرف پڑھنا پڑے گا، ملے گا کچھ نہیں تو ہرگز ایک بھی نہ آئے گا معلوم ہو کہ آنا محض اس امید سے ہوتا ہے کہ کچھ ملے گا! پھر میت کو کیا بخشے گا؟ پھر قرآن خوانی کو جوان لوگوں نے جاہ و مال کا ذریعہ بنایا ہے اس کا گناہ سر پر الگ رہا اور جس طرح قرآن خوانی کا عوض لینا جائز نہیں اسی طرح دینا بھی جائز نہیں ایصال ثواب اور دعا بہت اچھا کام ہے مگر اس کے لیے اجتماع یا کسی خاص دن، تاریخ یا وقت کی کوئی قید شریعت نے نہیں لگائی ہر شخص جب اور جہاں چاہے کسی بھی عبادت کا ثواب میت کو پہنچا سکتا ہے اور دعا کر سکتا ہے۔ اپنی طرف سے نت نئی قیدیں، شرطیں اور پابندیاں بڑھانا بدعت اور ناجائز ہے (اصلاح رسوم ص ۱۷۲) اور طلبہ علم کو ایسے ختموں میں بھیج کر ان کے قیمتی وقت کو اس میں لگانا اسی طرح اس کی توجہ اور فکر کو ختمات کی طرف مبذول کرنا مستقل جرم ہے۔

مروجہ حیلۂ اسقاط کی صحت کی بیس (۲۰) شرطیں

الاستفتاء

آج کل ہمارے علاقہ میں جو حیلۂ اسقاط مروج ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سائل محمد ایوب جان ناظم سراج العلوم لکی مروت

الجواب باسم ملہم الصواب

مروجہ حیلۂ اسقاط چند وجوہ کی وجہ سے باطل، بدعت اور نا جائز ہے۔

(۱) جن کتب میں یہ حیلہ مذکور ہے وہ تمام کی تمام غیر معتبر ہیں۔

(۲) اگر کسی معتبر کتاب میں یہ حیلہ مذکور ہو تب بھی یہ حیلہ واجب الترک ہے اس لیے کہ امر مباح ومندوب کو وجوب کا درجہ دینا بدعت اور نا جائز ہے اور اس حیلہ کی حیثیت مباح اور مندوب سے زیادہ کسی کتاب میں مذکور نہیں، لہٰذا اس کو مثل واجب سمجھ کر اہتمام والتزام سے اس پر عمل کرنا بھی بدعت اور نا جائز ہوگا۔

(۳) جن کتابوں میں یہ حیلہ ہے وہاں اس کی صحت کی شرطیں بھی ہیں جس طرح نماز کی صحت کے لیے چند شروط ہیں اور ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی بلکہ شرط مثلاً وضو کو چھوڑ کر نماز پڑھنا گناہ ہے۔اسی طرح اس حیلہ کی صحت کے لیے بھی شرطیں ہیں، اور ان کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ حیلہ بجائے ثواب کے اور گناہ کا سبب بنتا ہے۔

شرائط برائے حیلۂ اسقاط

﴿۱﴾ جو مال حیلۂ اسقاط میں لایا جاتا ہے وہ حلال ہو، حرام اور سود وغیرہ کا نہ ہو۔

﴿۲﴾ اگر مال مشترک ہو تو اس صورت میں یہ بھی شرط ہے کہ شرکاء میں کوئی یتیم نہ ہو۔

قرآن میں آتا ہے ’’جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں کو جہنم کی آگ سے بھر رہے ہیں اور عنقریب اس آگ میں داخل ہو جائیں گے‘‘ ﴿ان الذین یأکلون اموال الیتمٰی ظلما انما یأکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا﴾[النساء:۱۰]

﴿۳﴾ اسی طرح مال مشترک کی صورت میں یہ بھی شرط ہے کہ کوئی شریک سفر وغیرہ ضرورت کی وجہ سے غائب نہ ہو بلکہ سب حاضر ہوں۔

﴿۴﴾ اس صورت میں یہ بھی شرط ہے کہ تمام شرکاء دلی خوشی سے اجازت دیں۔

قال العلامة ابن عابدین ا: ویجب الاحترازایضاعن جمع الصرة واستیهابهااواستقراضهامن غیرمالکهااومن احد الشریکین بدون اذن الاٰخر.

(رسائل ابن عابدین ۱ / ۲۲۵،ط:سهیل اکیڈمی)

وقال رسول الله s : لایحل مال امرئ مسلم الابطیب نفسه.

(مشکوۃ ۲۵۵،ط:قدیمی)

﴿۵﴾ جس کو حیلہ میں مال دیا جاتا ہے وہ فقیر ہو غنی نہ ہو۔

﴿۶﴾ اسی طرح اس کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے قال العلامة ابن عابدین ا''ویجب الاحتراز ایضاعن احضار غنی او کافر''.

(رسائل ابن عابدین ۱/۲۲۵،ط:سهیل اکیڈمی)

﴿۷﴾ اس حیلہ میں مال دینے والا وارث یا وصی یا وکیل بو کالۃ الرسالۃ ہو۔

وقال ا ایضاً: قدعلمت ان المرادبالولی من له ولایةالتصرف بمال المیت بوصایة اووراثة وهوالمتبادر من کلامهم.

(رسائل ابن عابدین ۱/۲۱۹،ط:سهیل اکیڈمی)

وقال فیها(فی صفحة ۲۲۲) : اذاعلمت ذلک ظهرلک عدم صحة الوکالة فی الاستیهاب وماذکره من التوکیل بالاستیهاب محمول علی الرسالة الخ.

وقال فیها(فی صفحة ۲۲۵): ویجب الاحترازمن ان یدیرهااجنبی الابوکالة کماذکرنااوان یکون الوصی اوالوارث کماعلمت.

﴿۸﴾ دینے والے کا اس فقیر کو مال کا مالک بنانے کا ایسا قصد و عزم ہو کہ اگر یہ فقیر واپس بخشنے سے انکار کرے تو اس کو کسی قسم کی ناگواری نہ ہو اور نہ فقیر پر جبر کرتا ہو۔

وقال ا ایضاً : ویجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عند دفع

الصرة للفقير الهزل او الحيله بل يجب ان يدفعهاعازماعلى تمليكهامنه حقيقة لاتحليلا ملاحظا ان الفقير اذاابىٰ هبتهاالى الوصى كان له ذلک ولايجبرعلى الهبة. (رسائل ابن عابدين ۱ / ۲۲۵، ط:سهيل اکيڈمی)

﴿۹﴾ فقیر کو بھی اس بات کا یقین ہو کہ اب وہ اس تمام مال کا مالک ہو گیا اگر میں واپس نہ دوں تو مجھ پر کوئی ملامت یا جبر نہ ہوگا۔

وقال ايضاً: ويقبلهاالفقير ويقبضهاويعلم انهاصارت ملکاله .
(رسائل ابن عابدين ۱/۲۱۲، ط:سهيل اکيڈمی)

﴿۱۰﴾ یہ بھی شرط ہے کہ فقیر غلام یا مدبر اور نابالغ و پاگل نہ ہو۔

وقال ايضاً:ويجب الاحترازعن احضارقاصراومعتوه او رقيق اومدبر .(رسائل ابن عابدين ۱ / ۲۲۵، ط:سهيل اکيڈمی)

﴿۱۱﴾ وصیت نہ کرنے کی صورت میں میت کی پوری عمر کا حساب لگایا جائے گا مرد کی عمر سے بارہ(۱۲) سال اور عورت کی عمر سے نو(۹) سال وضع کر کے بقیہ سالوں کی نماز، روزہ، زکوٰۃ، وقربانی، کفارات وغیرہ کے فدیہ کا حساب کیا جائے گا۔

وقال ايضاً: يحسب سن الميت فيطرح منه اثنىٰ عشرة سنة لمدة بلوغه ان کان ذکرااوتسع سنين ان کان انثى.
(رسائل ابن عابدين ۱/۲۱۱، ط:سهيل اکيڈمی)

﴿۱۲﴾ اگر صحیح عمر معلوم نہ ہو تو تخمینہ اور اندازہ سے کام لے کر نمازوں، روزوں اور دوسرے واجبات کی تعداد کو متعین کیا جائے گا۔

وقال ايضاً: وان لم يعلم سنه فيقدرعمرالشخص بغلبة الظنّ فان لم يوقف عليه قصدالى الزيادة لانّ ذلک احوط ،ثم بعدالتخمين على عمره يسقط عنه ماذکرمن مدة الذکروالانثىٰ ويخرج الكفارة عن الباقي.
(رسائل ابن عابدين ۱ / ۲۱۱، ط: سهيل اکيڈمی)

﴿۱۳﴾ جتنا گُڑاور دوسرا سامان ہوسب کی قیمت لگا کرنقد رقم میں جمع کر کے حساب لگایا جائے گا کہ ایک دفعہ ایک فقیر کو دینے سے ہفتہ، مہینہ یا سال کی نمازوں، روزوں اور دوسرے واجبات کا فدیہ ادا ہو جاتا ہے۔ بغیر حساب وتعیینِ مقدار کے، برائے نام چکر دینے سے کام نہیں چلے گا۔

وقال ایضاً: ونص علیه اهل المذهب ان الواجب اذاکثرادار واصرة مشتملة علی نقود اوغیرها کجواهر او حلی اوساعة وبنوا الامر علی اعتبار القیمة.

(رسائل ابن عابدین ۱ / ۲۱۲، ط: سهیل اکیڈمی)

﴿۱۴﴾ وصیت کی صورت میں اگر ثلث ترکہ یعنی میت کے کل مال جائیداد واسباب کے تیسرے حصے سے فدیہ اور وصیت پوری ہوتی ہوتو حیلہ کی ضرورت نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین تحت قوله(وانمایعطی من ثلث ماله) : أی فلوزادت الوصیة علی الثلث لایلزم الولی اخراج الزائدالاباجازة الورثة.(الشامیة ۲/ ۶۴۴، ط: رشیدیه)

﴿۱۵﴾ قسموں کے لیے دس (۱۰) مسکینوں کو دینا شرط ہے۔

وقال ایضاً : الفقیر الواحدیکفی فی جمیع هذه الابواب الاباب الیمین فان کفارته انماتجوز لعشرة مساکین بالنص اویتکررله ذلک عشرةایام.

(رسائل ابن عابدین ۱ / ۲۲۴، ط: سهیل اکیڈمی)

﴿۱۶﴾ جب فدیہ کے طور پر مال فقیر کو دیا جاتا ہے تو وارث کے ہاتھ سے نکل کر فقیر کے ہاتھ میں جانا اور جب فقیر واپس وارث کو ہبہ کرتا ہے تو اس کے ہاتھ سے نکل کر وارث کے ہاتھ میں جانا ضروری ہے۔

وقال ایضاً: ویجب الاحتراز من بقاء الصرة بیدالفقیر او الوصی

بل کل مرة یصیر استلامهالکل منهمالیتم الدفع والهبة بالقبض والتسلیم فی کل مرة.(رسائل ابن عابدین ۱ / ۲۲۵،ط:سهیل اکیڈمی)

﴿۱۷﴾ فقیر کو دیتے وقت دینے والا وارث یہ کہے کہ فلاں بن فلاں کے ایک سال کی نمازوں کا یا روزوں وغیرہ کا فدیہ ہے، یا یہ کہے کہ میں نے تجھ کو فلاں کے ایک سال کی نمازوں یا روزوں کے فدیہ میں اس مال کا مالک بنادیا، خالی قبلت اور وهبت سے کام نہیں چلتا۔

وقال ایضاً: ویقول له خذ هذه الصرة عن فدیة الصلوٰة سنة اوعشرسنین مثلاعن فلان بن فلان الفلانی اوملکتک هذه عن فدیةصلوٰةسنة عن فلان......الخ (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۱۲،ط:سهیل اکیڈمی).

﴿۱۸﴾ آخر میں انہیں مساکین کو اتنا دینا جس سے وہ خوش ہو جائیں اور قاعدہ کی بات تو یہ ہے کہ جب تمام فرائض وواجبات کا فدیہ ادا ہوا تو اب آخری فقیر سے لینا درست نہ ہوگا سارا مال اس کا حق ہے وہ اپنی ضروریات میں خرچ کرے جنازہ گاہ میں مجمع پر تقسیم کرنے کے لیے اس سے واپس لینا جائز نہیں۔

وقال ایضاً: یجب ان یحترزعن کسرخاطرالفقیربعد ذلک بل یرضیه بماتطیب به نفسه کماقد منا.

(رسائل ابن عابدین ۱/۲۲۵،ط:سهیل اکیڈمی)

﴿۱۹﴾ میدان میں لوگوں کے سامنے کرنے کی وجہ سے ان حیلوں میں ریا اور دکھلاوا ہوتا ہے لہٰذا اس سے بچنے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ میدان میں نہ کیا جائے بلکہ کسی کمرہ میں خفیہ طور پر کیا جائے۔

وقال ایضاً: وهذه الافعال کلهالسمعة ورياءٍ فیحترزعنهالانهم لایریدون بهاوجه الله تعالی (الشامیة۳/۱۸۶،ط:رشیدیه)

وقال رسول الله s:قال الله تعالیٰ''انااغنی الشرکاء عن الشرک''.

(المشکوٰۃ ۴۵۴،ط:قدیمی)

وقال رسول الله s: من صلی یرائی فقداشرک (الی قوله) ومن تصدق یرائی فقد اشرک.(المشکوٰۃ ۲ / ۴۵۵،ط:قدیمی)

﴿۲۰﴾ اس حیلہ کے جواز کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اس کی وجہ سے کسی ناجائز کام مثلاً دفن میں تاخیر وغیرہ کاارتکاب لازم نہ آتا ہو،اس لیے کہ **مقدمة الحرام حرام**(حرام کا مقدمہ بھی حرام ہوتا ہے)،اور یہاں اس حیلہ سے ناجائز کام جودفن میں تاخیر ہے، لازم آتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: **فلا تحبسوه و اسرعوا به الی قبره.**

(المشکوٰۃ ۱/۱۴۹، ج:قدیمی)

کہ مردے کوروکے نہ رکھو بلکہ اس کوجلد از جلد اپنی قیام گاہ یعنی قبر میں پہنچادو، چونکہ مروجہ حیلوں کے لیےنماز جنازہ کے بعد کاوقت منتخب کیا جاتا ہےاس لیےاس حیلہ کی وجہ سے اس حدیث کی مخالفت لازم آتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب کی چند کتابیں

- پانچ مسائل (متعلق بریلویت)
- آٹھ مسائل (متعلق غیر مقلدیت)
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ ان کی اپنی تحریرات کے آئینہ میں
- مطالبہ (متعلق غیر مقلدیت)
- قربانی کے فضائل ومسائل
- غیر سودی بینکاری ایک منصفانہ علمی جائزہ
- اسلامی بینکاری
- مسلمان تاجر
- مروجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت ومضاربت
- ڈیجیٹل تصویر اور ٹی وی چینل کے ذریعے تبلیغ
- مسائل رمضان المبارک
- کپڑے موڑ کر ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم
- اسلام کی حقیقت اور سنت وبدعت کی وضاحت
- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات
- احکامِ حیض ونفاس واستحاضہ مع حج وعمرہ میں خواتین کے مسائلِ مخصوصہ
- Why to follow the false hood? (متعلق قادیانیت)
- درسِ ارشاد الصرف
- درسِ نحو میر
- طلاقِ ثلاث
- منفرد اور مقتدی کی نماز اور قرأۃ کا حکم
- اصلی زیور
- عباد الرحمٰن کے اوصاف
- استشارہ واستخارہ کی اہمیت
- اصلی زینت
- تقویٰ کے انعامات
- ڈاڑھی اور مونچھوں کا حکم
- حج وعمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ
- حی علی الفلاح پر قیام کا مسئلہ

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851